طفیل کمالزئی: شخصیت اور ادبی خدمات

ڈاکٹر محمد لیاقت
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ بونیر
ڈاکٹر میمونہ سبحانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
شازیہ زمان
لیکچرار، شعبہ اردو، جامعہ بونیر

Abstract:

Tufail Kamalzai was a celebrated Urdu writer, journalist, and thinker. His literary services spanned over four decades, leaving an indelible mark on Urdu literature. With a unique writing style, he addressed various social and societal issues, raising awareness and sparking meaningful discussions. His contributions include four short story collections and a column collection, showcasing his mastery of language and depth of thought. This article honors Kamalzai's personality and literary legacy, highlighting his impact on Urdu literature.

Key Words: Tufail Kamalzai, Urdu literature, Literary legacy, Journalism, Short story writing, Social commentary, Societal issues, Literary icon, Writing style, Language mastery-

طفیل کمال زئی اردو ادب میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں بطور صحافی اور افسانہ نگار ان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ان کے آباؤ اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے کچھ عرصہ (نوشہرہ) پاکستان میں سکونت اختیار کرنے کے بعد بھارت کے ایک شہر رام پور میں رہائش پزیر ہوئے۔ ان کے والد اکبر شاہ خان 1901ء میں پیدا ہوئے انہوں نے تین شادیاں کیں طفیل کمال زئی دوسری والدہ سے ہیں ان کا پورا نام طفیل احمد خان اور پٹھان قبیلے

کمال زئی سے تعلق رکھتے تھے اسی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ کمال زئی لکھتے تھے۔ وہ یکم جولائی 1938ء کو شاہجہان پور میں پیدا ہوئے دو برس کی عمر میں ان کی والدہ کا انتقال ہوا اس طرح ان کا بچپن انہیں زیادہ خوشیاں نہ دے سکا۔

طفیل کمال زئی کے والد ایک سرکاری ملازم تھے اس لیے ان کی تعلیم بھی مختلف مقامات سے تکمیل پذیر ہوئی انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم شاہجہان پور کی ایک مسجد سے حاصل کی 1945ء میں انہیں گورنمنٹ پرائمری سکول فیض باغ لاہور میں داخل کروایا گیا 1949ء میں انہوں نے گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ سے پرائمری کا امتحان پاس کیا 1952ء میں انہوں نے مسلم ہائی سکول سید پور روڈ سے مڈل کا امتحان پاس کیا اس حوالے سے وہ خود کہتے ہیں۔

"میں نے 1952ء میں مسلم ہائی سکول سید پوری روڈ (اب سید پور روڈ) راولپنڈی سے مڈل کا امتحان پاس کیا"۔(۱)

1955ء میں انہوں نے اسی سکول سے آرٹس کے مضامین کے ساتھ تھرڈ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، وہ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مالی حالات نے اجازت نہیں دی یوں ان کا تعلیمی سفر یہیں مکمل ہو گیا ان کی مادری زبان پشتو تھی لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ پشتو زبان بول نہیں سکتے تھے۔

طفیل کمال زئی کی شخصیت پر ان کے خاندان کے اثرات بھی تھے اور ماحول مشاہدے اور مطالعے کا اثر بھی، بنیادی طور پر وہ ایک پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے شرافت ان کی زندگی میں رچی بسی تھی وہ ایک کھرے اور دیانت دار انسان تھے جو کہہ دیتے تھے مفاہمت کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے ڈاکٹر ایس اے علوی لکھتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی کی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ یہ بہت کھرا انسان ہے، بے داغ ہے، دیانت دار ہے بنیادی طور پر پٹھان ہے اس لیے سچائی اس کی شخصیت کا نمایاں عنصر ہے جو کچھ کہہ دیتے تھے پھر مفاہمت کے لیے تیار نہیں ہوتے"۔(۲)

سادگی، سچائی اور ایمانداری ان کی شخصیت کے نمایاں عناصر تھے انعام حسین نقوی کی رائے میں

"طفیل کمال زئی کی شخصیت ہمہ جہت ترقی سے عبارت ہے یہ شخص عام زندگی میں سراپا خلوص و محبت، سادگی و شرافت کا پیکر ہے"۔(۳)

طفیل کمالزئی اپنے قدو قامت, شکل وصورت، محفل آرائی اور گفتگو کے حوالے سے اہم شخصیت کے مالک تھے ان کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی عارف حسین لکھتے ہیں

"طفیل کمال زئی سے میری ذاتی ملاقات کواج تقریبا20 سال ہو گئے ہیں وہ ایک ملنسار، ہنس مکھ، غم گسار اور یار باش آدمی ہے" ۔(۴)

طفیل کمال زئی کے متعلق ان کی اہلیہ آفاق سلطانہ کہتی ہیں۔

"کمال صاحب بہت اچھے خاوند، مہربان باپ ،خوش اخلاق، مستقل مزاج اور باحوصلہ انسان ہیں"۔(۵)

مولانا مسعود قریشی کے نزدیک طفیل کمال زئی کی۔

" طبیعت میں متانت اور حق گوئی کا جو شعلہ موجود ہے وہ اپ کی طبیعت ثانیہ کا اہم حصہ ہے"۔(۶)

شکیل انور شاہ لکھتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی جس طرح ایک سچے اور باصلاحیت افسانہ نگار ہیں عام زندگی میں بھی اتنے ہی حقیقت پسند ہیں"۔(۷)

طفیل کمالزئی بڑے صاف گو، فرض شناس،خوش اخلاق اور خوش لباس انسان تھے ان کی بیشتر تحریروں پر ان کی شخصیت کا عکس نظر اتا ہے طفیل کمال زئی بنیادی طور پر ایک صحافی تھے صحافت کے پیشے سے منسلک ہونے کی وجہ سے وہ مختلف اخبارات، ادبی اور نیم ادبی پرچوں میں کہانیاں اور افسانے لکھتے رہے 1955ء میں انہوں نے اس وقت کے ادبی اور نیم ادبی پرچوں میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کی لاہور کے جرائد "عالمگیر"،"عکس نو" کراچی کے "ہم لوگ" بہاولپور کے "تازیانہ" اور راولپنڈی کے "گونج" جیسے پرچوں نے ان کے ادبی ذوق کی تربیت میں بھرپور حصہ لیا پھر ایک وقت ایسا آیا جب" امروز" لاہور "،" تعمیر "راولپنڈی ،"نوائے وقت" راولپنڈی نے انہیں منجھے ہوئے لکھاریوں کی صف میں لا کھڑا کیا 1956 میں بحیثیت سب ایڈیٹر ہفت روزہ "چراغ" راولپنڈی سے منسلک

ہوئے پھر ماہنامہ "سوغات" سے تعلق قائم کیا اس کے ساتھ ساتھ ریڈیو پاکستان اور ریڈیو آزاد کشمیر کے لیے ترانے اور فیچرز لکھتے رہے 1956ء میں ماہنامہ "واہ کاریگر" واہ کینٹ کے شعبہ رپورٹنگ سے منسلک ہوئے۔ مختلف اخبارات اور رسائل میں کام کرنے کے بعد طفیل کمال زئی نے افسانہ نگاری کی طرف بھرپور توجہ کی اور چار افسانوی مجموعے تخلیق کیے اس سے قبل کہ ہم ان کی تصانیف کا جائزہ لیں ضروری ہے کہ ان کے ابتدائی افسانوں کے بارے میں بھی مختصر بات کرلیں۔

طفیل کمال زئی کو بچپن ہی سے ادب سے رغبت تھی انہوں نے اپنی سب سے پہلی کہانی 1952 میں لکھی جو بچوں کے مشہور رسالے ماہنامہ "تعلیم و تربیت" میں چھپی اس حوالے سے وہ خود بتاتے ہیں۔

"میری پہلی کہانی تو 1952ء میں شائع ہوئی لیکن مجھے ابتدائی کہانی کا نام یاد نہیں ہے"۔(۸)

اس کہانی کی اشاعت کے بعد انہیں مزید لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور 1955ء میں انہوں نے ایک اور افسانہ "چھن چھن" لکھا اس کہانی کو انہوں نے ربیعہ فخری، ممتاز مفتی، احمد ندیم قاسمی، غلام رسول طارق اور رشید امجد وغیرہ کی موجودگی میں حلقہ اربابِ ذوق راولپنڈی میں پیش کیا اس حوالے سے وہ خود بتاتے ہیں۔

"حلقہ ارباب ذوق میں کہا گیا کہ یہ ایک تخیلاتی کہانی ہے لیکن غلام رسول طارق نے کہا کہ یہ ایک بھرپور کہانی ہے ہمارے معاشرے میں ایسا ہوتا ہے اور ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اس سے نظر آتا ہے کہ اگے چل کر یہ ایک کامیاب افسانہ نگار ثابت ہوں گے"۔(۹)

اگرچہ ان کے اس افسانے کو ایک تخیلاتی کہانی کہا گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی اس کاوش کو سراہا گیا ان کا یہ افسانہ 1955ء میں رسالہ "ہمدرد" راولپنڈی میں شائع ہوا اور یوں طفیل کمال زئی کا نام ادبی دنیا میں متعارف ہوا اور اس کے بعد انہوں نے تسلسل کے ساتھ افسانے لکھے اور چار افسانوی مجموعے تخلیق کیے۔

طفیل کمال زئی کا اولین افسانوی مجموعہ " سانجھے دکھ" 1987ء میں مجلس ادب واہ کینٹ نے شائع کیا، اس مجموعے میں 27 افسانے شامل ہیں اس مجموعے کی اشاعت کے سلسلے میں طفیل کمال زئی کا کہنا ہے۔

"کتاب کی اشاعت کے بعد اس کی رونمائی پورے سال جاری رہی ملک کے نامور دانشوروں نے "سانجھے دکھ" کو ایک اچھی کاوش قرار دیا جس سے میرے ادبی ذوق کو تقویت ملی، یہ بات بھی میرے لیے کسی فخر سے کم نہیں کہ 1988ء میں شائع شدہ نثری ادب میں پانچ اہم کتابوں میں" سانجھے دکھ" کولندن میں نمائش کے لیے منتخب کیا گیا"۔(۱۰)

سانجھے دکھ "کی اشاعت پر چیئرمین پی-او-ایف بورڈ میجر جنرل صبیح الزمان نے انہیں ایوارڈ کے ساتھ ساتھ حسن کارکردگی کی سند بھی عطا کی اس مجموعے کے افسانوں میں طفیل کمال زئی نے معاشرتی اور سماجی مسائل کی اس انداز سے منظر کشی کی ہے کہ اس میں ہر شخص اپنی تصویر خود دیکھ سکتا ہے، وہ خوش قسمت لوگ جو ان مسائل سے آزاد ہیں ان کے ذہنوں کے بند کواڑوں پر انہوں نے بڑی دلیری سے دستک دیتے ہوئے انہیں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں یہ سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ محرومیوں میں گھرے ہوئے افراد کے مسائل کتنے گھمبیر ہیں-

طفیل کمال زئی کا دوسرا افسانوی مجموعہ "گھرا ہوا ادمی" 1990ء میں شائع ہوا اس مجموعے میں 20 افسانے شامل ہیں۔اس مجموعے میں طفیل کمالزی نے دنیاوی مسائل میں گھرے ہوئے آدمی کے دکھ درد کو موضوع بنایا یعنی بنیادی طور پر انہوں نے ایک عام ادمی کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیا۔ان کا تیسرا افسانوی مجموعہ "اچھے دنوں کا انتظار" جنوری 1996ء میں راولپنڈی سے شائع ہوا اس مجموعے میں کل 22 افسانے شامل ہیں اس مجموعے کے تقریبا تمام افسانے ایسی تحریروں پر مشتمل ہیں جن میں انہوں نے چند ایک کہانیوں کو چھوڑ کر سماجی نامواریوں، معاشی پیچیدگیوں اور طبقاتی کشمکش کے ساتھ ساتھ محنت کش اور نچلے طبقے کی زندگیوں کو پیش کیا ہے ان کا چوتھا افسانوی مجموعہ "اندر کا موسم "ہے جو 21 افسانوں پر مشتمل ہے اس مجموعے کے افسانوں میں بھی طفیل کمال زئی نے معاشرتی ناہمواریوں اور سماجی مسائل کو خوبصورتی سے پیش کیا ہے طفیل کمال زئی کا شمار ملک کے ان افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے

جنہوں نے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مسائل کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ان کی افسانہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر کرم حیدری لکھتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی نے مختصر افسانے کو اتنا مختصر کر دیا کہ یہ افسانے افسانچے دکھائی دیتے ہیں"۔(۱۱)

پروفیسر احسان اکبر نے بھی کچھ اسی طرح کی رائے کا اظہار کیا ان کے خیال میں۔

"یہ اختصار پسند ہنر مند مختصر ترین افسانچے لکھتا ہے"۔(۱۲)

فنی طور پر یہ بات درست ہے کہ مختصر افسانہ افسانچہ ہی کہلائے گا لیکن راقم کی رائے میں اس کا اطلاق طفیل کمال زئی کے افسانوں پر نہیں ہوتا یہ بنیادی طور پر افسانے ہی ہیں، کیونکہ اپنے پھیلاؤ، بہاؤ اور تکنیک کے حوالے سے یہ افسانے کے فن پر پورے اترتے ہیں الطاف پرواز "سانجھے دکھ" کے فلیپ پر لکھتے ہیں۔

" جدید افسانے کے جتنے بھی تقاضے ہیں طفیل کمالزئی نے انہیں اس مجموعے میں پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ مصنف نے موضوع اور تکنیک سے غفلت برتی ہے"۔(۱۳)

انوار فیروز ان کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے رائے دیتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی کے مختصر افسانوں میں نہ صرف پلاٹ اور افسانے کی اچھی بنت ہوتی ہے بلکہ حیران کر دینے والا کلائمکس بھی ہوتا ہے"۔(۱۴)

کرنل غلام سرور بھی ان کے افسانوں کو اعلیٰ فنی کاوش قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی کی تحریر کو ہر اعتبار سے اعلی فنی کاوش قرار دیا جاسکتا ہے"۔(۱۵)

طفیل کمال زئی کے افسانے فکری اور فنی اعتبار سے بھرپور ہوتے ہیں محمد منشایاد تحریر کرتے ہیں۔

"میں نے طفیل کمال زئی کی چند ایک کہانیاں پڑھی ہیں جو مجھے اچھی لگیں وہ ایک ابھرتے ہوئے ہونہار کہانی کار ہیں ان کی کہانیاں عموماً مختصر ہوتی ہیں"۔(۱۶)

ڈاکٹر رشید امجد ان کی افسانہ نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"طفیل کمال زئی ایک عرصے سے کہانیاں لکھ رہے ہیں"۔(۱۷)

جزوی طور پر یہ بات درست ہے لیکن اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ طفیل کمالزی کے یہاں افسانے کی بجائے کہانی کی روایت قدر مضبوط ہے یوں بھی ان کے افسانے روایتی مزاج سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے جدید علامتی افسانے کے مقابلے میں ان میں کہانی کا عنصر نمایاں ہے اس لیے بعض اوقات گمان ہوتا ہے کہ افسانویت کی بجائے ان کے یہاں کہانی زیادہ حاوی ہو گئی ہے۔

طفیل کمال زئی کی پانچویں تصنیف "پس دیوار "کالموں پر مشتمل ہے جس میں ان کے 97 کالم شامل ہیں ان کی یہ کتاب 1998ء میں واہ ارٹ پر فارمر ز واہ کینٹ سے شائع ہوئی موضوعات کے اعتبار سے ان کے کالموں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اولاً عالمی سماج اور سیاست پر لکھے گئے کالم ثانیاً ملکی سیاست اور داخلی سلامتی کے حوالے سے لکھے گئے کالم اور باقی وہ کالم جو عام سیاسی معاشی اور معاشرتی موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔

ادبی دنیا میں طفیل کمال زئی کی اہمیت کئی حوالوں سے ہے انہوں نے صحافت کے میدان میں بھی اپنی حیثیت کو منوایا اور افسانوی ادب میں بھی اپنا کمال دکھایا ان کی تحریروں کا موضوع ایسے لوگ ہیں جو اپنی محرومیوں اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے ساتھ زندہ ہیں، اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے زندگی کو بوجھ سمجھنے کی بجائے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرتے ہوئے، مصایب سے لڑتے ہوئے اور حالات کا سامنا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ طفیل کمال زئی نے اپنی ان تحریروں میں گردوپیش کی زندگی کے سارے چہروں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی

تحریروں کے دریچے سے واہ کی صنعتی زندگی جھانکتی نظر آتی ہے۔ صنعتی زندگی کے کچھ لوازمات اور کچھ تضادات ہیں یہ سب تضادات اور لوازمات ان کی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

1. راقم کا طفیل کمال زئی سے انٹرویو مورخہ،17 فروری2002ء
2. راقم کا ڈاکٹر شبیر علوی سے انٹرویو مورخہ،17 اپریل2002ء
3. انعام حسین نقوی، بروشر "پس دیوار" زیراہتمام واہ آرٹ پرفارمرز واہ کینٹ، ص،8
4. راقم کا قاضی عارف حسین سے انٹرویو مورخہ 13 جنوری2002ء
5. راقم کا افاق سلطانہ سے انٹرویو مورخہ 4جولائی2002ء
6. مولانا مسعود قریشی مضمون "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ" مشمولہ بروشر "سانجھے دکھ" زیراہتمام مجلس ادب واہ چھاؤنی، ص،12
7. شکیل انور شاہ، مضمون "اعتراف" مشمولہ بروشر "گھرا ہوا آدمی" زیراہتمام ترقی ملت وادب، واہ کینٹ ص،4
8. راقم کا طفیل کمالزئی سے انٹرویو مورخہ 17 فروری2002ء
9. ایضاً
10. طفیل کمالزئی "گھرا ہوا آدمی" ایس ٹی پرنٹرز گوال منڈی راولپنڈی،1990ء ص،5
11. پروفیسر کرم حیدری مضمون "محدب شیشے سے" مشمولہ "اچھے دنوں کا انتظار" ناز کو آرٹ پریس، راولپنڈی1996ء ص،5
12. پروفیسر احسان اکبر مضمون "کمال کی بات" مشمولہ سانجھے دکھ" سرفراز طاہر پرنٹرز، راولپنڈی1987ء ص،7
13. الطاف پرواز فلیپ "سانجھے دکھ" سرفراز طاہر پرنٹرز، راولپنڈی،1987ء
14. انوار فیروز فلیپ "گھرا ہوا آدمی" ایس ٹی پرنٹرز گوال منڈی راولپنڈی،1990ء

15. کرنل غلام سرور، روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی 7 جنوری 1989ء

16. محمد منشایاد فلیپ "سانجھے دکھ" سرفراز طاہر پرنٹرز، راولپنڈی، 1987ء

17. راقم کا ڈاکٹر رشید امجد سے انٹرویو مورخہ 24 اگست 2002ء